نقشِ آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

مصر میں جمہوری حکومت کا قتل اور فوجی فراعنہ وامریکی سامری کی واپسی

مصر کی بدترین سیاسی صورتحال پر قلم و دماغ دونوں ششدر بلکہ حیران و پریشان ہیں کہ کس ظلم و بربریت کے ساتھ مصر میں ایک جمہوری، آئینی اور عوامی تائید وحمایت سے برسرِاقتدار آنے والی حکومت کو انتہائی گھٹیا اور غیر قانونی اقدامات کے ساتھ فوجی بغاوت کے نتیجے میں جبری ختم کردیا گیا ہے۔ مغرب اور امریکہ ہمیشہ جمہوریت کے دعویدار رہے ہیں اور بظاہر یہ جمہوری قوتوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور فوجی بغاوتوں پر اپنے سخت ردِعمل کا اظہار ڈرامے کے طور پر کرتے ہیں لیکن مصر میں اِس تازہ فوجی بغاوت بلکہ جمہوریت پر ڈاکہ زنی پر نہ صرف خوش ہیں بلکہ بغیر کسی حجاب اور شرم کے انہوں نے اسے نہ صرف قبول کرلیا ہے بلکہ پہلے سے بند ہر قسم کی امداد بھی فوراً بحال کردی ہے۔ دراصل مرسی اور اخوان المسلمون کی منتخب حکومت کو روزِ اول ہی سے امریکہ، اسرائیل، مشرقِ وسطیٰ کے مطلق العنان حکمرانوں، مصر کے سیکولر حلقوں، عیار بیوروکریسی، امریکی اور یہودی مفادات کے علمبردار، مصری فوج کے جرنیلوں، حسنی مبارک کی کرپٹ عدلیہ، عیاشی وفحاشی و بے حیائی کا علمبردار الیکٹرانک و پرنٹ مصری میڈیا اور بزنس کمیونٹی نے اخوان المسلمون کی حکومت کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ اِسی لئے مرسی کے حکمران بننے کے فوراً بعد اس کے خلاف طرح طرح کے منفی پروپیگنڈے شروع کردیئے گئے اور سازشوں کا ایک ایسا جال بُنا گیا کہ بیچارے مرسی کیلئے پَر مارنا بھی محال کردیا گیا اور مصر کے پہلے منتخب صدر کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ مصری فوج نے سب سے پہلے سپریم کورٹ اور عدلیہ کو اس کے مقابلے میں کھڑا کیا۔ پھر نئے آئین کے ریفرنڈم کے مسئلہ پر ایک ایسے اسلامی عرب ملک میں شورش بپا کی گئی کہ مصر کے آئین میں اسلامی دفعات کی ترامیم کیوں شامل کی جارہی ہیں؟ یہ سب کچھ ایک ایسے اسلامی ریاست میں ہورہا تھا جس کی بنیاد عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے فرمان کے مطابق رکھی تھی، جس کی تعمیر و ترقی میں انبیا علیہ السلام سے لیکر صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کی بے مثال قربانیاں شامل تھیں۔ وہ ملک جس کا نام قرآن میں آیا تھا، ایسے ملک میں اسلامی آئین اور اس کی دفعات پر سب اداروں نے تیوریاں چڑھادی تھیں پھر بعد کے مزید اسلامی اور جمہوری اقدامات مرسی حکومت کیلئے ''جرائم'' ٹھہرائے گئے۔ اِسی طرح مرسی حکومت کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ اِس نے فلسطین وغزہ کے مظلوم مسلم بھائیوں پر مصر کے بارڈر (رفح کراسنگ) کھول دیئے تھے اور غذائی اجناس و

ادویات کی بندش ختم کردی تھی جو اسرائیل کیلئے قطعاً قابل قبول نہ تھا۔ اسی طرح مرسی حکومت عالم اسلام کے ساتھ بھائی چارے اور برابری کا پرچار کررہی تھی جسے اسرائیل اور امریکہ دونوں برداشت نہیں کرر ہے تھے۔ وہ دونوں سمجھ رہے تھے کہ مرسی کے اقدامات کے نتیجے میں پورے مشرق وسطیٰ، افریقہ بلکہ عالم اسلام میں ایک آئیڈیل انقلابی حکومت سامنے آرہی ہے اور انکے تمام آئندہ کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جانے کے امکانات پیدا ہوگئے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے مرسی کا خلاف اقتصادی بدحالی اور خصوصاً ایندھن کے جعلی بحرانوں کے ذریعے قافیہ تنگ کرنا شروع کردیا کیونکہ مسلمانوں کی بدقسمتی اور شامت اعمال کے باعث اقتصاد اور ایندھن کے خزانوں کی چابیاں یہود ونصاریٰ کی جیبوں میں ہیں۔ پھر مرسی کے ترکی کے وزیراعظم جناب طیب اردگان کے ساتھ بڑھتے ہوئے تعلقات، سیاسی ہم آہنگی اور ذہنی وفکری اتحاد اور اسرائیل کے خلاف مشترکہ جدوجہد کا بار بار اظہار مرسی کا ایک اور ''ناقابل معافی جرم'' تھا، جس سے پورے خطے میں امریکہ اور اسرائیل کے مفادات اور چوہدراہٹ پر ضرب پڑ رہی تھی۔ لہٰذا ان تمام عوامل کی بناء پر ایک نومنتخب جمہوری حکومت کو بارہ مہینے کے اندر اندر فارغ کرنے کی ایک نئی طرح کا آغاز ہوگیا ہے۔ یہ مغرب، امریکہ اور سیکولر دنیا کا ایک ارب سے زائد مسلمانوں کیلئے پیغام ہے کہ وہ جارج ڈبلیو بُش کی شروع کردہ نئی صلیبی جنگ کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔ انہیں نہ الجزائر کے مسلمانوں کی منتخب حکومت چاہیے نہ افغانستان کے ملا محمد عمر کی، نہ انہیں تیونس اور لیبیا کی اسلام پسند حکومتوں سے کوئی دلچسپی ہے نہ انہیں مصر کے صدر مرسی کی حکومت گوارا ہے، نہ انہیں لبرل ترکی کی منتخب حکومت کی انقلابی ترقی ایک آنکھ بھاتی ہے۔ دراصل ان قوتوں کا شخصیات سے جھگڑا نہیں بلکہ یہ اسلام کے عالمگیر نظام سے خائف ہیں اور اس کی خودمختاری، آزادی وخودداری پر انہیں اعتراض ہے۔ اسی لئے مصر میں برطانیہ کے گورنر جنرل لارڈ کرومر نے 1908ء میں اپنی کتاب ''ماڈرن ایجپٹ'' (Modern Egypt) میں صاف گوئی سے لکھتا ہے:

"England was prepared to grant eventual political freedom to all of her colonial possessions as soon as a generation of intellectuals and politicians, imbued through English education with the ideals of English culture, were ready to take over, but under no circumstances would the British Government tolerate for a single moment an independent Islamic state" (Lord Cromer, In Modern Egypt 1908)

''جونہی دانشوروں اور سیاستدانوں کی ایک نسل انگریزی تعلیم کے ذریعے انگریزی کلچر کے آئیڈیل کی حامل پیدا ہوجائے گی انگلینڈ اپنی تمام کالونیوں کو سیاسی آزادی دے دے گا، لیکن کسی بھی صورت میں برطانوی حکومت ایک لمحے کیلئے بھی خودمختار اسلامی ریاست برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں'' (Ref. Friday Special)

لہٰذا امریکہ اور مغرب دونوں نے اخوان المسلمین کی حکومت کے جرات مندانہ اقدامات کو اپنے لئے ایک چیلنج سمجھ لیا کہ عالم اسلام کے انتہائی اہم ترین اور تاریخی وسیاسی لحاظ سے سرفہرست عرب اسلامی ملک مصر آزادی وخودمختاری کے کس راستے پر چل پڑا ہے؟ انہیں امریکی واسرائیلی طفیلی ریاست مصر کے یہ ''نئے طور

طریقے" بالکل قابل قبول نہ تھے۔ اسی لئے انہوں نے پہلے چھپ کر اور پھر بعد میں کھل کر مصری فوج کا ساتھ دیا۔ لیکن امریکہ اور سیکولر حلقے جو آج خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ انہوں نے جمہوریت کا گلہ گھونٹ کر کچھ اچھا نہیں کیا۔ مصر میں جمہوریت کے قتل کے بعد وہاں کے لاکھوں مسلمانوں میں شدید غم و غصہ اور اشتعال پایا جاتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ مصر میں خانہ جنگی اور انتہا پسندی کی صورت میں نظر آنے کے قوی امکانات موجود ہیں اور اس ظالمانہ فعل کے نتیجے میں القاعدہ کے اہم مصری رہنما ڈاکٹر ایمن الظواہری کے اس موقف کی تائید بھی ہو جاتی ہے کہ جب انہوں نے اخوان المسلمین سے اس بات پر قطع تعلق کر لیا تھا کہ آپکی تمام جمہوری و سیاسی جدوجہد کبھی بھی ثمر بار نہیں ہو سکتیں۔ مصر اور عالم اسلام کے تمام ممالک میں اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لئے انتخابات اور مغربی جمہوریت سود مند ثابت نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا مصر میں اخوان المسلمین کی منتخب جمہوری حکومت پر شب خون مار کر آج امریکہ اور مصری فوج نے ڈاکٹر ایمن الظواہری کے موقف کو ایک بار پھر صحیح ثابت کر دیا ہے۔ پھر طرفہ تماشہ یہ کہ الٹا اخوان المسلمین کے نہتے شہریوں کو مخالفین اور فوج دونوں نے چن چن کر شہید کرنا شروع کر دیا ہے۔ صرف قاہرہ میں نماز کے دوران 55 سے زائد نمازیوں کو گولیوں سے بھون دیا گیا۔ اسی طرح مصر بھر میں درجنوں بے گناہ لوگوں کو شہید کیا جا رہا ہے۔ ہزاروں کو پابند سلاسل کر دیا گیا ہے۔ آخر یہ کون سی جنگل کی بستی ہے؟ جس میں اپنے ہی ملک اور اپنے ہی شہریوں کو سیاسی اختلاف رائے کی بنیاد پر تختہ دار پر چڑھایا اور ذبح کیا جا رہا ہے۔ بندوق اور ٹینک سے عام شہری اور ملک کے آئین دونوں کو روندھا گیا۔ اس تمام نازک صورتحال پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اسلام آباد میں اپنی رہائش گاہ پر آئے ہوئے امریکی سفیر مسٹر رچرڈ اولسن اور انکے ساتھ آئے ہوئے وفد کو مصر میں ہونے والی زیادتی پر عالم اسلام اور خصوصاً پاکستانیوں کے تحفظات اور غم و غصے کا بھرپور اظہار کیا کہ ان اقدامات سے پورے عالم اسلام میں امریکہ کے خلاف نفرت اور غصہ مزید پیدا ہوگا۔ جمہوریت کے راستے سے بھی آئے ہوئے اسلام پسند جماعتیں آخر کار امریکہ کو کیوں قابل قبول نہیں؟ بہرحال نیل کے ساحل پر آنے والے طوفان بربریت اور خون کی ہولی پر امت مسلمہ اور اسکی حکمران قیادت کی مجرمانہ خاموشی مزید غم و صدمے کا باعث ہے۔ لیکن امید کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اکیسویں صدی میں سارے عالم اسلام میں جمود کی موٹی تہہ جگہ جگہ سے ٹوٹ رہی ہے' اسلامی قوتیں اپنی عارضی شکست وریخت کے بعد نئی توانائیوں کیساتھ کہیں نہ کہیں پنپ اور اُبھر رہی ہیں۔ الجزائر' ترکی' افغانستان' تیونس' لیبیا' مصر' یمن' مالی اور مراکش کے گرم محاذوں سے باقی سارے عالم اسلام کے مسلمانوں کو نئی حدت' تازگی' جوش و جذبہ کی نویدیں مل رہی ہیں۔ اسی مصر میں اخوان المسلمین چالیس سال سے ظلم و بربریت کے جام پے در پے نوش کر رہی ہے اور اسکے پایہ استقلال میں ذرہ برابر بھی جنبش نہیں آئی۔

ے آگ ہے اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے پھر کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے

ے تیرے آنے سے فقط زنجیر ہی بدلی گئی ہم اسیروں پر جفا کا باب وا پہلے سے تھا